۲۴ / دسمبر ۱۹۰۹ء

خطبہ عید الاضحیٰ

۲۴ / دسمبر ۱۹۰۹ء بروز جمعہ ہم نے عید الاضحیٰ ۱۰ بجے کے قریب پڑھی۔ حضرت امیرالمومنین نے نماز عید پڑھانے کے بعد تشہد' تعوذ' بسم اللہ اور تکبیر کے بعد فرمایا۔

ہر قوم میں میلوں کا دستور

ہر ایک قوم میں کچھ دستور' رسمیں اور عادات ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے میلے بھی ہیں جن کا متمدن اور غیر متمدن دونوں قوموں میں رواج ہے۔ میلے کے دن خوراک 'لباس' میل وملاقات میں خاص اور نمایاں تبدیلی ہوتی ہے۔ یہ فطرتی چیز تھی مگر اس میں بڑھتے بڑھتے ہوا و ہوس کو بہت دخل ہو گیا۔

بہت سے میلے تجارت کی بنیاد پر قائم ہیں۔ میں نے ہندوستان میں تجارت کے ایسے میلے دیکھے ہیں۔ چنانچہ ہر ہفتے کسی نہ کسی گاؤں میں میلہ ہوتا ہے اور اسے گزری کہتے ہیں۔ وہاں دس دس بارہ بارہ کوس کی چیزیں جمع کر لیتے ہیں۔ بعض میلوں میں جانوروں کو جمع کرتے ہیں جسے منڈی کہتے ہیں۔ بعض ان میلوں کی تہ میں عجیب عجیب مقاصد کام کر رہے ہیں۔

بعض تو اپنے گزارے کے لئے میلہ لگاتے ہیں۔ بعض خاص چندے یا نذر و نیاز کے حصول کے لئے اور بعض محض اپنی عظمت و جبروت کے اظہار کے لئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک احسان

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاں بڑے بڑے احسانات ہیں ان میں میلوں کی اصلاح بھی ہے۔ چونکہ یہ ایک فطرتی بات تھی اس لئے ان کو ضائع نہیں کیا' صرف اصلاح کر دی۔ اور وہ یوں کہ جہاں ہر رسم و رواج کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے نیچے رکھ لیا وہاں ان میلوں میں بھی یہی بات پیدا کر دی۔

عیدین میں تعظیم لامراللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ

مثلاً عید کا میلہ ہے۔ آپ نے اس میں اول تو تکبیر کو لازم ٹھہرایا اور خدا کی تعظیم کے اظہار کے لئے وہ لفظ مقرر کیا جس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں۔ صفات میں اَكْبَرُ سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں اور جامع جمیع صفات کاملہ ہونے کے لحاظ سے اللہ سے بڑھ کر اس مفہوم کو کوئی ظاہر نہیں کر سکتا۔

مخلوق پر شفقت کرنے کے لئے رمضان کی عید میں صدقۃ الفطر کو لازم ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ نماز میں جب جاوے تو اس کو ادا کر لے اور پھر یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرے تاکہ مساکین کو یقین ہو جائے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔

پھر یہ عید ہے۔ اس میں مساکین وغیرہم کے لئے سَيِّدُ الطَّعَامِ لَحْمٌ (ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمة) یعنی گوشت کی مہمانی کی ہے۔

پس کیا ہی مستحق ہے صلوٰۃ و سلام کا وہ رسول جس نے ہمیں ایسی عمدہ راہ دکھائی۔ یہ چیزیں صرف اسی بات کے لئے تھیں کہ اللہ کی نسبت فرائض جو انسان کے ہیں اور جو فرائض مخلوق کی نسبت ہیں ان کو پورا کریں۔ مگر دنیا کے کسی میلے کو دیکھ لو ان میں یہ حق و حکمت کی باتیں نہیں جو عیدین میں ہیں۔

عیدین کی حکمت

عید میں تنگی نہیں کی بلکہ فرمایا کہ اگر جمعہ و عید اکٹھے ہو جائیں تو گاؤں کے لوگوں کو جو باہر سے شریک ہوئے ہیں جمعہ کے لئے انتظار کی تکلیف نہ دی جائے۔ وحدت کا مسئلہ بھی خوب سکھایا ہے۔ پہلے تو ہر

محلے کے لوگوں کو پانچ بار مسجد میں اکٹھے ہو کر دعا مانگنے کا حکم دیا۔ پھر ہفتہ میں ایک دفعہ تمام گاؤں کے لوگوں کو جمع ہو کر دعا کرنے کا ارشاد کیا۔ پھر سال میں عیدین ہیں جن میں مومنوں کا اجتماع لازم ٹھہرایا۔ پھر ساری دنیا کے لئے مکہ مقرر فرمایا جہاں کل جہان کے اہل استطاعت مسلمان مل کر دعا کریں۔

قربانی کی فلاسفی

قربانی جو عید اضحیٰ کے دن کی جاتی ہے اس میں بھی ایک پاک تعلیم ہے اگر اس میں مدنظر وہی امر رہے جو جناب الٰہی نے قرآن شریف میں فرمایا۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج:۳۸)۔

قربانی کیا ہے؟ یہ ایک تصویری زبان میں تعلیم ہے جسے جاہل اور عالم پڑھ سکتے ہیں۔ خدا کسی کے خون اور گوشت کا بھوکا نہیں۔ وہ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ (الانعام:۱۵) ہے۔ ایسا پاک اور عظیم الشان بادشاہ نہ تو کھانوں کا محتاج ہے' نہ گوشت کے چڑھاوے اور لہو کا بلکہ وہ تمہیں سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خدا کے حضور اسی طرح قربان ہو جاؤ جیسے ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان ہوتا ہے۔

کل دنیا میں قربانی کا رواج ہے اور قوموں کی تاریخ پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے بدلے میں قربان کی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں میں پایا جاتا ہے۔

(۱)۔ ہم بچے تھے تو یہ بات سنی تھی کہ کسی کو سانپ زہریلا کاٹے تو وہ انگلی کاٹ دی جاوے تاکہ کل جسم زہریلے اثر سے محفوظ رہے۔ گویا انگلی کی قربانی تمام جسم کے بچاؤ کے لئے کی گئی۔

(۲)۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی دوست آجاوے تو جو کچھ ہمارے پاس ہو اس کی خوشی کے لئے قربان کرنا پڑتا ہے۔ گھی' آٹا' گوشت وغیرہ قیمتی اشیاء اس پیارے کے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔

(۳)۔ اس سے زیادہ عزیز ہو تو مرغے' مرغیاں حتیٰ کہ بھیڑیں اور بکرے قربان کئے جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر گائے اور اونٹ تک بھی عزیز مہمان کے لئے قربان کردئے جاتے ہیں۔

(۴)۔ میں نے اپنی طب میں دیکھا ہے کہ وہ قومیں جو جائز نہیں سمجھتیں کہ کوئی جاندار قتل ہو وہ بھی اپنے زخموں کے کئی سینکڑوں کیڑوں کو مار کر اپنی جان پر قربان کردیتی ہیں۔

(۵)۔ اس سے اوپر چلیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ لوگوں کو اعلیٰ کے لئے قربان کیا جاتا ہے۔ مثلاً چوہڑے ہیں۔ آج عید کا دن ہے مگر ان کے سپرد وہی کام ہے بلکہ صفائی کی زیادہ تاکید ہے۔ گویا ادنیٰ کی خوشی اعلیٰ کی خوشی پر قربان ہوئی۔

(۶)۔ ہندو گئو رکھشا بڑے جوش سے کرتے ہیں۔ لداخ کے ملک میں تو دودھ تک نہیں پیتے کیونکہ یہ بچھڑوں کا حق ہے اور یہاں کے ہندو تو دھوکہ دے کر دودھ لیتے ہیں مگر پھر بھی اس سے اور اس کی اولاد سے سخت کام لیتے ہیں یہاں تک کہ اپنے کاموں کے لئے انہیں مار مار کر درست کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی قربانی ہے۔

(۷)۔ ادنیٰ سپاہی اپنے افسر کے لئے اور وہ افسر اعلیٰ افسر کے لئے اور اعلیٰ افسر بادشاہ کے بدلے میں قربان ہوتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس فطرتی مسئلہ کو برقرار رکھا اور اس قربانی میں تعلیم دی کہ ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان کیا جاوے۔

(۸)۔ محبت میں انسان بے اختیار ہوتا ہے۔ مگر اس میں بھی قربانیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ چنانچہ محب بھی بتدریج محبوبوں کے مراتب رکھ کر ایک کو دوسرے پر قربان کرتا رہتا ہے۔ اپنا پیسہ یا جان محبوب ہے مگر دوسرے محبوب پر اسے قربان کر دینے میں عذر نہیں۔ انسان کو مال کی محبت ہے' بی بی کی محبت ہے' بچوں کی محبت ہے' یار و آشنا کی' امن و چین کی محبت ہے۔ اللہ کی کتابوں' اللہ کے رسولوں سے محبت ہے۔ سچے علوم سے بھی محبت ہے۔ ان تمام محبتوں کے مراتب ہیں اور ادنیٰ کو اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔ بات لمبی ہو گئی۔

الحمد میں قربانی کی تعلیم

میں نے جو آیات پڑھی ہیں ان میں اللہ کا نام ہے۔ رحمٰن کا نام ہے اور رحیم کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کو ایک سو چودہ دفعہ قرآن شریف میں بیان کیا ہے۔ ہر مسلمان کو اس کلمہ کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ایک بار اللہ' رحمٰن' رحیم فرما کر پھر تفصیل کے لئے اللہ کے ساتھ رب اور رحمٰن' رحیم کے ساتھ مالک بڑھا دیا ہے جس پر غور کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ ان قربانیوں کی طرف اشارہ فرما رہا ہے۔

اللہ کا لفظ معبود کے لئے ہے۔ معبود عبادت کو چاہتا ہے۔ اور عبادت کیا ہے؟ پرلے درجے کی محبت' پرلے درجے کا تذلل' پرلے درجہ کی اطاعت اور ان باتوں کا پتہ مقابلہ میں لگتا ہے۔ ایک شخص ایک طرف حکم کرتا ہے اور دوسری طرف خدا' تو اب جو شخص خدا کے حکم کی طرف سبقت کرے گا اس نے گویا خدا کی اطاعت پر دوسروں کی اطاعت کو قربان کر دیا۔

انسان محتاج ہے کھانے پینے کا' مکان کا' غرض ذرے ذرے میں خدا کے حضور اس کی احتیاج ہے۔

چنانچہ اس نے فرمایا کہ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَ اللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ (فاطر:١٦) حقیقی غنی اللہ کی ذات ہے اور سراپا احتیاج انسان۔ جو احتیاج میں ہے اس کے برابر کوئی ذلیل نہیں۔ اسی لئے اسے حکم ہے خدا کے حضور تذلل کا۔ پھر انسان اپنے وجود میں' اپنے بقاء میں' دفع امراض میں' رنج و راحت' عسر و یسر' غرض ہر حالت میں اللہ کا محتاج ہے۔

اللہ کے لفظ میں قربانی کی تعلیم

پس اللہ کا نام انسان کو یہ سمجھاتا ہے کہ حقیقی معبود' حقیقی مطاع' حقیقی غنی وہی ذات ہے اور حقیقتاً محتاج' حقیقتاً ذلیل' حقیقتاً مطیع وہ انسان ہے جس کو اللہ نے پیدا کیا اور جو اپنی بقا میں ہر آن اس کے فضل کا محتاج ہے۔ اس فضل کے جذب کے لئے اطاعت فرض ہے۔

اب اس کی اطاعت کی راہیں معلوم کرنے کے واسطے نبی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جب ایک انسان دوسرے انسان کی رضامندی کی راہیں معلوم نہیں کر سکتا تو اس وراء الوراء ذات کی رضامندی کی راہیں کیونکر معلوم ہو سکتی ہیں سوا اس کے کہ وہ خود ہی بتائے۔ چنانچہ اس نے نبوت کا سلسلہ قائم کیا جس کے لمبے کارخانے ہیں۔ اس میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جیسے عام مخلوق کی محبت انبیاء کی محبت پر قربان کی جاتی ہے اسی طرح انبیاء کی محبت اللہ کی محبت پر قربان کرنی پڑتی ہے۔ تمام انبیاء نے الوہیت کے مسئلہ پر بڑا زور دیا ہے مگر میں نے اکثر واعظوں کو دیکھا ہے کہ وہ خدا کی عظمت اور جبروت کے اظہار کے لئے وعظ نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض کا منشاء تو یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو رلاویں۔ بعض اس بات میں اپنا کمال سمجھتے ہیں کہ ایک روایت سے رلائیں اور دوسری سے ہنساویں۔

ابتدائی زمانے میں ایک کتاب میرے پاس تھی جس کا نام تھا "بحر ظرافت"۔ ایک مولوی واعظ ہمارے ہاں آئے۔ انہوں نے مجھے کہا یہ کتاب مجھے دیدو۔ میں نے کہا اسے آپ کیا کریں گے؟ اس میں تو محض تمسخر ہے۔ آپ نے کہا کہ وعظ میں ایک کمال ہنسانے کا ہے جو اس کے ذریعے پورا ہو جائے گا۔

بعض وعظ کا کمال اس میں سمجھتے ہیں کہ ان کے وعظ کے اخیر میں کوئی شخص اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ان کے مذہب میں شامل ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ (ال عمران:١٦٥)۔ وعظ میں عبودیت کا رنگ ہو' اللہ کی کتاب پڑھی جاوے' اس کی حقیقت بتائی جاوے اور پھر اس کی تعلیم سے دل اس قسم کے پیدا ہوں جو اس تعلیم کے ساتھ مطہر و پاک ہو جاویں۔ ایک بھی ہزار لوگوں میں سے ایسا پیدا ہو جاوے تو غنیمت ہے بلکہ اکسیر احمر ہے۔

بہت سے لوگ ہیں جو امیر ہیں۔ بہت سے لوگ اخلاص ظاہر کرتے ہیں۔ چندے بھی دیتے ہیں۔ بہت سے خوشامد کرتے ہیں اور ایسے ایسے بھاری لقب دیتے ہیں جو شاید ہماری نسل میں سے کسی کو نہ دیئے گئے ہوں۔ مگر وہ آدمی جو فرمانبرداری میں غرق اور کسی بات کی پروا نہ کرے وہ ملے تو بے نظیر و اکسیر ہے۔ فرمانبرداری بڑی اعلیٰ صفت ہے۔ ہاں یہ سمجھ لے کہ جو حکم دیا گیا ہے وہ مال' عزت' دین کو نقصان پہنچانے والا تو نہیں۔ یا قرب الٰہی سے دور کرنے والا تو نہیں۔ ایسے شخص کے پاس بھی ہرگز نہ بیٹھنا چاہئے۔ ہمارے بزرگوں میں سے ایک شعر پڑھا کرتے تھے۔

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت
و از تو نہ رہید صحبت آب و گلت

زنہار زصحبتش گریزاں می باش

یعنی جس کی صحبت میں بیٹھ کر جمعیت تامہ اور سچی طمانیت حاصل نہ ہو اور اعلیٰ اغراض کے لئے ادنیٰ اغراض کی قربانیوں کی توفیق نہ ملے تو اس کی صحبت کی اجازت نہیں۔ چنانچہ کہا ہے۔

ورنہ نہ کند روح عزیزان بحلت

ربوبیت

اسی طرح اس سے آگے ربوبیت کا درجہ ہے۔ ہم نہ تھے۔ اس نے ہمیں وجود بخشا' زندگی دی' بیان سکھایا' قویٰ دیئے۔ میں اپنے قویٰ پر خود ہی حیران ہوں اور میرا دل رقص میں آجاتا ہے کہ اس نے مجھے کان کیسے دیئے ہیں۔ آنکھیں کیسی کیسی عطا کی ہیں۔ زبان کیسی دی ہے۔ دماغ کیسا دیا۔ دل کیسا دیا ہے کہ ساری دنیا قربان ہو جاوے پر میرے مولیٰ کی بڑائی ہو جاوے۔ رسول اللہ سے ایسی محبت بخشی ہے کہ میرے کسی گوشہ میں آپ کی تعلیم' آپ کی اولاد' آپ کی آل سے ذرا بھی بغض نہیں رہا۔ میں نے اتنی تاریخیں پڑھی ہیں خارجی' شیعہ' رافضی کی مگر پھر بھی کسی صحابی سے مجھے رنج نہیں۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بیوی سے' نہ کسی آل و اولاد سے رنج ہے اور یہ خدا کا فضل ہے اور اسی کی ربوبیت کی شان سے ہے۔

حضرت صاحب یعنی ہمارے مرزا صاحب فرمانے لگے کہ ایک دفعہ میں نے چاہا جیسے اور صوفیوں نے

کتابیں لکھی ہیں میں بھی لکھوں۔ ان میں سے بہت بڑی کتاب امام شعرانی کی ہے۔ بڑی دلچسپ کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ اختصاری رنگ میں اپنے مذاق کے لحاظ سے نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا مگر خدا کے انعامات کی اتنی برسات میں نے دیکھی کہ شرم سے میرا قلم رک گیا۔ فرمایا کہ اگر برسات کے قطروں کو گن سکتا ہے تو خدا کے احسانات کو بھی گن سکے گا۔ چنانچہ خدا نے فرمایا اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا (ابراھیم:۳۵)۔ ان احسانات میں سے ایک وحدت بھی ہے جس کی نسبت فرماتا ہے کہ اگر ساری زمین سونے چاندی کی بھر کر دے دو تو بھی یہ وحدت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس کا میں نے بھی تجربہ کیا ہے۔ ایک زمانہ میں میرے پاس بڑا روپیہ آتا تھا اور مجھے روپے کی محبت ہرگز نہیں۔ میں اپنی تعریف نہیں کرتا بلکہ اس کے فضل کا اظہار۔ یہ لوگ جو بطور شاگرد میرے پاس رہتے ہیں اگرچہ بعض لوگ ان کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے اردگرد بیٹھے رہتے ہیں اور احداث میں خلا ملا رکھتا ہے' ان سے پوچھ لو کہ مال میں میرا مولیٰ کیسا متکفل ہے اور میں اس معاملہ میں اس کی ربوبیت کے بہت سے عجائبات دیکھ چکا ہوں۔ اسی ربوبیت کے چشمے کا فیضان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جیسا نبی ہم میں آیا۔ پھر وہ مذہب ملا جس کی حمایت و نصرت کے لئے ہر صدی میں یقیناً امام آئے جن کی تعلیم دیکھ کر ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کیسے قدم بہ قدم چلایا ہے۔ اماموں کے متعلق ایک مذہب ہے کہ پچاس برس کے بعد ایک امام آتا ہے۔ دوسرا مذہب ہے کہ پچیس برس کے بعد وہ تعلیم رسالت پناہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ خیر یہ بھی اسی کی ربوبیت کا تقاضا ہے۔

غرض اس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا' وجود سے بقا' پھر عقل و فہم و ذکا' پھر اعضاء صحیحہ عطا کئے۔ پھر ہمیں توفیق دی کہ ہم مسلمان ہوئے۔ میں نے بڑے بڑے ذہین اور ہوشیار آدمی اسلام سے متنفر دیکھے ہیں جن کو میں نے عجیب عجیب طور سے قائل کیا ہے مگر اسلام کی توفیق نہیں ملی۔ پس توفیق بھی نعمت ہے جناب الٰہی سے۔ ہم نے دیکھا ہے بعض کو دین کا شوق نہیں اور اگر ہے تو ذہن اس قابل نہیں یا ذہن تو ہے مگر سامان نہیں' سامان ہے تو صحت نہیں' صحت تو ہے کوئی اور مشکل ہے۔ مثلاً دنیوی علائق کی وجہ سے فرصت نہیں' جو فرصت ہے تو پھر یہ دقت ہے کہ کتابیں سچی نہیں ملیں۔ بعض کو توفیق ملتی ہے مگر ارادے میں ثبات نہیں۔ آج نماز کا شوق چرایا ہے' زندگی وقف کرنے پر تلے بیٹھے ہیں مگر تھوڑے دن بعد کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ قول بلا عمل کیا ہستی رکھتا ہے۔ غرض سب باتیں موقوف ہیں فضل الٰہی پر جو ربوبیت کی صفت سے فیض لینے پر حاصل ہوتی ہیں۔

مختصر نصیحت

میں تمہیں مختصر نصیحت کرتا ہوں۔ بعض لوگ ہیں جو نماز میں کسل کرتے ہیں اور یہ کئی قسم ہے۔(۱) وقت پر نہیں پہنچتے۔ (۲) جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ (۳) سنن و رواتب کا خیال نہیں کرتے۔ کان کھول کر سنو! جو نماز کا مضیع ہے اس کا کوئی کام دنیا میں ٹھیک نہیں۔

زکوٰۃ۔ بعض لوگ زکوٰۃ کے حکم کی تعمیل میں کسل کرتے ہیں۔ وہ اس بات کی تہ کو نہیں پہنچتے کہ صلوٰۃ کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا ذکر بھی قرآن مجید میں کیوں ہے؟ دراصل تعظیم لامراللہ کے ساتھ شفقت علیٰ خلق بھی ضروری ہے۔

اگر کسی کے پاس نئی جوتی ہے تو کیا حرج ہے کہ وہ پرانی جوتی کسی مسکین کو دیدے۔ یہ کہنا کہ پرانی کیچڑ کے لئے رکھ لی ہے' حد درجے کی سفیہانہ بات ہے۔ اسی طرح میں نے پرانے کپڑوں' پرانے لحافوں کی نسبت بارہا توجہ دلائی ہے۔ یہی حکم علم کا ہے کہ اگر خدا نے تمہیں علم بخشا ہے تو اس کی زکوٰۃ ہے کہ دوسروں کو پڑھا دیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ بہت لوگ اس زکوٰۃ میں مضائقہ کرتے ہیں۔ ایک شخص کو میں نے پڑھانے کی نسبت کہا۔ اس نے بڑی جلدی اور شوق سے منظور کر لیا مگر ساتھ ہی بتا دیا کہ ڈیوٹیوں کا حساب آپ جانتے ہوں گے۔ یہ زکوٰۃ کا طرز نہیں۔ میرے نزدیک ہر شخص پر زکوٰۃ فرض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں نصاب کا ذکر نہیں۔ امام حسن بصری سے کسی نے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا ہمارے ہاں تو زکوٰۃ یہ ہے کہ کسی کے پاس چالیس ہوں تو وہ اکتالیس بھر دے اور علماء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ چالیس ہوں تو ایک دے۔

غرض ہر ایک کو زکوٰۃ دیتے رہنا چاہئے مگر یہ موقوف ہے توفیق پر جس کے حصول کا گر دعا ہے۔ میرے بھائی سلطان احمد تھے۔ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ "سَوْفَ سَوْفَ" نہ کریو کیونکہ موت کا وقت آجاتا ہے اور کام پورے نہیں ہوتے۔ اس لئے جب توفیق ملے اسی وقت وہ نیک کام کر دے۔ یہ میرا اپنا صحیح تجربہ ہے۔ شریعت اجازت نہیں دیتی کہ کام کو دوسرے وقت پر ڈالا جاوے۔ یَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ (الانفال:۲۵) کے علماء نے یہی معنے لکھے ہیں کہ جب وقت ملے اسی وقت کام کرے ورنہ روک پیدا ہو جاتی ہے۔

میں تمہیں بہت کچھ سنانا چاہتا تھا مگر جمعہ بھی ہے اور اس میں بھی میں نے ہی بولنا ہے (ناظرین اس فقرہ سے سمجھ گئے ہوں گے جو مضمون اللہ اور رب کے اسماء کی تفسیر اور اس میں قربانی کی تعلیم پر چل رہا

تھا بوجہ تنگی وقت ودیگر مصالح وہیں مختصرات پر روک دیا گیا۔ ایڈیٹر) اس لئے اسی مختصرات کے ساتھ کچھ اور نصائح ایزاد کرتا ہوں کہ تمہارے کاموں میں تعظیم لامر اللہ ہو اور شفقت علیٰ خلق اللہ ہو کیونکہ فرمایا۔ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ (الرعد:۱۸)۔ جو مضر وجود ہوتے ہیں وہ خود بھی سکھ نہیں پاتے' دوسروں کو بھی سکھ نہیں کر لینے دیتے۔ آپ بھی دوزخ میں رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچاتے ہیں۔ پس تم مضر نہیں بلکہ نافع الناس وجود بنو۔ سب سے بھاری مسئلہ یہ ہے کہ وقتوں کی حفاظت کرو۔ دعا سے کام لو۔ صحبت صلحاء اختیار کرو۔ صحبت صلحاء بڑھاؤ۔ محبت کا اصول یہ ہے کہ جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰى حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَيْهَا۔ میری فطرت میں یہ بات ہے کہ جو کام کسی کو بتاؤں اور وہ نہ کرے تو میری اس کے ساتھ محبت نہیں رہ سکتی۔ خدا کی محبت کا بھی یہی حال ہے۔ وہ اپنی فرمانبرداری کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

قربانی کے مسائل

قربانی میں دو برس سے کم کوئی جانور نہیں چاہئے' یہی میری تحقیق ہے۔ (۲) جس کے سینگ بالکل نہ ہوں وہ جائز ہے۔ (۳) خصی جائز ہے۔ (۴) مادہ بھی جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ چھترا قربانی دیتے جس کا منہ' آنکھیں' پیٹ' پاؤں سیاہ ہوتے۔ جو بالکل دبلا ہو وہ جائز نہیں۔ اگر جانور موٹا ہو' خواہ اسے خارش ہو تو بھی اسے جائز رکھا ہے۔ (۵) لنگڑا مناسب نہیں۔

تم قربانیاں کرو اس یقین کے ساتھ کہ ان میں تصویری زبان کے ذریعے تمہیں فرمانبرداری کی تعلیم ہے اور یہ کہ تم بھی ادنیٰ کو اعلیٰ کے لئے قربان کرنا سیکھو۔ اللہ تمہیں توفیق بخشے۔ آمین۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۱۰..... ۳۰ دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱ تا ۳)

☆-☆-☆-☆